رئیس احمد جعفری

تاثرات

قومی اخلاق

کسی ملّت کی تعمیر میں جو چیز سب سے زیادہ مددومعاون ہوتی ہے وہ "نیشنل کیریکٹر" یعنی قومی اخلاق ہے۔ اگر ہم اس چیز سے محروم ہیں تو یہ فلک بوس عمارتیں، یہ شاندار ہوٹل، یہ زرق برق ملبوسات، یہ سونے چاندی کی ریل پیل سب بے کار ہے —— یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے۔ لیکن اگر ہمیں یہ دولت حاصل ہے تو خواہ کتنے ہی بدترین حالات سے ہم کیوں نہ گزر رہے ہوں، ہماری کلاہِ افتخار سرنگوں نہیں ہوسکتی!

پاکستان کے قیام کو کم وبیش ۱۷ سال گزر چکے ہیں۔ قوموں کی زندگی میں یہ مدت کچھ بہت زیادہ نہیں لیکن اتنی کم بھی نہیں۔ اس مدت میں اگر کچھ اور نہیں ہوا تھا تو کم ازکم ایک سانچہ تو تیار ہوجانا چاہیے تھا۔ مگر وہ بھی نہیں ہوا۔ کوئی شبہ نہیں یہ بہت افسوس ناک صورت احوال ہے جس کا تدارک جلد از جلد ہونا چاہیے۔

یہ گراں فروشی، یہ چور بازاری، یہ ذخیرہ اندوزی، یہ حرص زر، یہ ضروریات زندگی سے متعلق اشیاء میں اندھا دھند اور بے تحاشا مضرِ صحت اور کبھی کبھی جان لیوا ملاوٹ، یہ بچّوں کا اغوا۔ یہ عورتوں کی بے حرمتی۔ انتخابات کا زمانہ آئے تو جعلی ووٹوں کی فراوانی، انتخابات کا زمانہ گزرجائے تو تملق اور چاپلوسی۔ مجرموں کے لیے سعی وسفارش۔ شریفوں کے ساتھ غیر شریفانہ برتاؤ۔ نمونہ کچھ اور مال کچھ۔ ایک دکان پر ایک نرخ اور دوسری دکان پر اسی چیز کا دوسرا نرخ۔ یہ رشوت —— دینا بھی اور لینا بھی —— وسائل کے بل پر نہ کہ

قابلیت اور اہلیت اور استعداد کے بھروسے پر، ترقی کی دوڑ میں آگے بڑھنے کی کوشش۔ یہ طرح طرح کے تعصبات۔ آخر یہ سب چیزیں کیا ہیں؟ کس بات کی غماز ہیں؟ کس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہی ہیں؟ کیا انھیں اسی طرح جاری رہنے دیا جائے یا ان کے استیصال کی بھی کوئی تدبیر ہے؟ ــــــ کچھ علاج اس کا بھی اے چارہ گراں ہے کہ نہیں؟"

اس سے تو کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ یہ برائیاں ہیں۔ اور ان برائیوں کی موجودگی میں ہم قومی اخلاق کی تعمیر و تشکیل کسی طرح نہیں کر سکتے۔ لیکن صرف اعتراف و احساس سے تو کام نہیں چل سکتا۔ اعتراف و احساس کے ساتھ عمل کی بھی ضرورت ہے اور عمل کا کیسہ خالی ہے۔

خرابیوں اور برائیوں کی نشان دہی کر کے سارا الزام حکومت پر لگا دینا، اور ساری ذمہ داری اسی کے دوش توانا پر ڈال دینا صحیح انداز فکر نہیں ہے۔

بے شک حکومت کو بھی عملی اقدام کرنا چاہیے۔ اور کچھ نہ کچھ وہ کرتی بھی رہتی ہے۔ لیکن تنہا حکومت اس گراں بار ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔ ہمیں بھی حکومت کے ہاتھ بٹانا چاہیے۔ بلکہ اس سے بے نیاز ہو کر کہ حکومت کچھ کرتی ہے کہ نہیں، اپنی ذمہ داریوں کو دیانت کے ساتھ انجام دینے کی کوشش کرنا چاہیے۔ ہمارا حق صرف یہی نہیں ہے کہ حکومت کے ایوان میں فریاد و فغاں جاری رکھیں، یہ بھی ہے کہ اپنی ذمہ داریوں سے ستائش کی تمنا اور صلہ کی پروا سے بے نیاز ہو کر عہدہ برا ہوں۔

کٹھن منزل یہی ہے۔

دوسروں پر اعتراض کرنا، حکومت پر تنقید کرنا۔ ارباب اقتدار پر نکتہ چینی کرنا اگر مان بھی لیا جائے کہ ایک حق ہے، اور اس سے کسی قیمت پر دست بردار ہونا روا نہیں، تو بھی اپنے آپ پر بھی تو کبھی کبھی نگاہ تنقید ڈالنی چاہیے ــــــ گاہے مخالفانہ نشیں در کمین خویش!

قومی اخلاق کی تعمیر ایک کار اہم ہے، اور اس کار اہم کو انجام دینے میں ہمیں زیادہ سے زیادہ سعی و کوشش کے ساتھ منہمک ہو جانا چاہیے۔ بغیر اس کے نہ ہم ترقی کر سکتے ہیں، نہ اپنے

داخلی مسائل حل کر سکتے ہیں، نہ غیروں کی نظر میں عظمت اور وقعت حاصل کر سکتے ہیں۔

اس کی صورت صرف ایک ہے۔

اور وہ صورت یہ ہے کہ کچھ عرصے کے لیے ہم اسے فراموش کر دیں کہ ہم کوئی جداگانہ اور انفرادی حیثیت رکھتے ہیں، اور یہ یاد کر لیں کہ ہماری زندگی کا انحصار صرف ملّی اجتماعیت میں ہے ـــــ "پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ!"

اگر شجر ملّت سے ہماری وابستگی کمزور پڑ گئی تو پھر ہمیں بہار سے مایوس ہو جانا چاہیے، اور خزاں کا استقبال کرنے کو تیار رہنا چاہیے۔

یہ کام ذرا کٹھن ہے۔ اس میں ایثار کی ضرورت ہے۔ اسے انجام دینے کے لیے یہ بھول جانا پڑے گا کہ دوسروں پر ہمارے حقوق کیا ہیں؟ صرف یہ یاد رکھنا پڑے گا، ہمارے فرائض کیا ہیں؟ بس اس دن سے قومی اخلاق کا سانچہ بننا شروع ہو جائے گا۔

کوئی شبہ نہیں اس سانچے کے بننے میں دیر لگے گی، لیکن سعی پیہم سے اگر کام لیا جائے تو بالآخر اس میں کامیابی ہو گی۔ کوششوں کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔ دیر کی پروا نہ کرنی چاہیے آج انگلستان، فرانس، جرمنی، امریکہ اور دوسرے ممالک اپنے قومی اخلاق پر فخر کرتے ہیں، کچھ بجا طور پر، کچھ مبالغے کے ساتھ، کچھ تعلّی کے رنگ میں، لیکن ان کا قومی اخلاق جو کچھ بھی، اور جیسا کچھ بھی ہے ایک دن میں نہیں تعمیر ہو گیا تھا۔

آج سے سو ڈیڑھ سو سال پہلے ان ممالک میں سے اکثر کے قومی اخلاق کا یہ عالم تھا کہ سرکاری منصب فروخت اور نیلام ہوتے تھے۔ اقتدار کی کاسہ لیسی فرض تھی۔ ملاوٹ، گراوٹ، اسمگلنگ، رشوت اور دوسرے خرافات عام تھے، اور وہاں کا سنجیدہ اور بردبار طبقہ بھی اسی طرح کڑھا کرتا تھا جس طرح آج ہم کڑھتے اور رنج کرتے ہیں۔

لیکن سعی پیہم نے اسے منزل مقصود تک پہنچا دیا۔ وہ قومی اخلاق جو پہلے وجود نہیں

رکھتا تھا۔ پھر جب عالم وجود میں آیا تو اس طرح کہ اس پر شرم آتی تھی۔ زمانے کی گردشیں سہتے سہتے اور زمانے کے طمانچے کھاتے کھاتے آخر کار چٹان کی طرح مضبوط اور پہاڑ کی طرح ناقابلِ تسخیر بن گیا۔

ہم دوسروں کے مقابلے میں جلد اور بہت زیادہ خوبی کے ساتھ کامیاب ہو سکتے ہیں اس لیے کہ ہمارے پاس ہمارے ملّی ضابطۂ اخلاق کی مستند اور مکمّل تاریخ موجود ہے۔ ہمارے پاس اس تاریخ کی صورت میں ایسا بیش بہا سرمایہ موجود ہے جس سے دوسرے محروم ہیں، اگرچہ وہ اس سے مستفید ہوتے رہے ہیں۔ ہم اپنے اس ملّی ضابطۂ اخلاق کو سامنے رکھ کر جس نے آدھی دنیا کا ہمیں فرماں روا اور مالک بنا دیا تھا، اپنی زندگی کا نیا دور شروع کر سکتے ہیں۔

سبق پھر پڑھ عدالت کا، صداقت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

جو قوم دنیا کی امامت کے لیے عالم وجود میں آئی ہو اسے اپنا ضابطۂ اخلاق سنوارنے اور تکمیل تک پہنچانے میں کوئی دشواری نہیں پیش آ سکتی، ضرورت صرف عزم صادق کی ہے۔